بسم اللہ الرحمن الرحیم

الناھیۃ عن طعن امیر معاویہ

معترضین

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

تالیف: علامہ شیخ عبد العزیز ہاروی قدس سرہ

ترجمہ: علامہ محمد اعظم سعیدی

باہتمام: حافظ محمد جمیل قادری

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی پاکستان

عرض ناشر

نحمده و نصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

ایمان کی بنیاد جس پر تمام عقائد و اعمال کی عمارت قائم ہو سکتی ہے وہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تمام صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے دِلی محبت نہ ہو جائے۔ اسلام میں پیغمبر کے بعد صحابیت کا درجہ سب سے افضل ہے۔کوئی ولی قطب یا غوث وغیرہ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بے شمار فضائل ہیں۔

شیخ عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہٗ کی مشہور زمانہ عربی کتاب الناهیه عن طعن امیر معاویه جس کا اُردو ترجمہ علامہ محمد اعظم سعیدی صاحب نے کیا' پیش خدمت ہے۔ اس کتاب میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اجمالی فضائل اور علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ خاص طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہی نہیں بلکہ نسبی و سسرالی رشتہ دار بھی ہیں۔

معترضین کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث نہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بدعات کا ظہور ہوا' اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دِلوایا' جیسے اعتراضات کے مدلل جوابات احادیث کی روشنی میں دیئے گئے ہیں۔

اُمید ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے۔ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو تقاضائے بشری سمجھ کر درگزر کریں اور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں دُرست کر دیا جائے۔ آمین

محمد قاسم جلالی

(چیئرمین ویلکم ویلفیئر ٹرسٹ)

ابتدائیہ

از شحات قلم ...... علامہ محمد اعظم سعیدی

علامۃ الورٰی مجددِ کبیر شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۰۹ھ میں ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو کی ایک بستی پرہار میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت حافظ احمد ابن حافظ حامد علیہما الرحمۃ تھا۔ آپ قریشی النصب تھے۔ چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور اسی دن ہی آپ کے والد ماجد حضرت حافظ احمد کا انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حافظ جمال اللہ ملتانی نے اس معصوم و کمسن بچے کی پیشانی سے ہی ان کی عظمت کو بھانپ لیا اور پھر ساری توجہ انہیں پر مبذول کردی۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ علوم متداولہ کے ساتھ ساتھ شیخ کے قرب نے علم باطنی میں بھی یکتائے روزگار کردیا۔

ایک شب آپ دورانِ تعلیم اپنے کمرے میں دروازہ بند کرکے مصروفِ مطالعہ تھے کہ کسی نے آکر دستک دی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا پھر دستک ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت مصروفِ مطالعہ ہوں' صبح آکر بات کرلینا۔ دستک دینے والے نے کہا کہ دروازہ کھولو میں خضر علیہ السلام ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم خضر ہو تو دروازہ کھولے بغیر بھی آسکتے ہو۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اندر آئے اور فرمایا کہ علوم درسی تو تم حاصل کررہے ہو مگر علوم لدنی میں سے اپنا حصہ مجھ سے لے لو تاکہ مجھ سے بارِ امانت کچھ ہلکا ہوجائے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور دوسری روایت ہے کہ انہیں سینے سے لگایا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ تمام علوم میرے سینے میں جمع ہوگئے۔ (تذکرہ اکابر اہلسنّت از عبدالحکیم شرف قادری)

آپ نے جملہ علوم بارہ سال کی عمر میں حاصل کرلئے تھے اور اسی عمر میں ہی مسندِ تدریس پر بیٹھ گئے تھے۔ مولانا غلام جہانیاں ڈیروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ مولانا امام بخش علیہ الرحمۃ کو شیخ پرہاروی سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو وہ اپنے چند احباب کے ہمراہ بستی پرہار پہنچے۔ ان کے تصور میں تھا کہ شاید کوئی عمر رسیدہ بزرگ فاضل ہونگے مگر وہاں جاکر دیکھا تو حیران رہ گئے کہ ایک چودہ پندرہ برس کا بچہ جس کے چہرے پر مونچھوں کی سیاہی بھی نہیں آئی تھی' مسندِ تدریس پر فروکش ہے اور باریش طلباء سامنے بیٹھے ہیں۔ سلسلۂ قیل و قال جاری تھا کہ دو چڑیاں آپس میں لڑتی ہوئی پاس آگریں تو آپ نے فوراً اپنا رومال اُن پر ڈال دیا اور اُن کو پکڑنے لگ گئے۔ مولانا امام بخش صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں جتنا پرہاروی صاحب کے علم سے متاثر ہوا اتنا ہی ان کے بچپنے نے مجھے حیران کردیا۔

غرض کہ آپ کے علم کا شہرہ جلد ہی اطراف و اکناف عالم میں پھیل گیا اور دُور دُور سے تلامذہ حاضر ہونے لگے۔ آپ کے علم کا شہرہ سن کر علم کی وراثت کے دعویداروں کے کاخ میں زلزلہ آ گیا اور مختلف مقامات سے مناظرے کی دعوتیں آنی شروع ہو گئیں مگر آپ یہ کہہ کر گریز فرماتے کہ بزرگوں سے اُلجھنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ بالآخر علمائے دہلی کا ایک وفد حضرت شیخ احمد علیہ الرحمۃ کے پاس ڈیرہ غازی خاں پہنچا اور وہیں باہمی مشاورت سے چند سوالات مرتب کئے گئے تاکہ علامۃ الوریٰ پرہاروی صاحب سے ان کے جوابات طلب کئے جائیں۔ ساٹھ علماء کے مرتب کردہ سوالنامے کو لے کر ایک پانچ رُکنی وفد بستی پرہار آپ کے پاس پہنچا۔ آپ مسند تدریس پر فروکش تھے۔ بڑی بڑی عمر کے باریش تلامذہ سامنے بیٹھے تھے جبکہ آپ کے چہرے پر ابھی داڑھی شریف کی آمد آمد تھی۔

علماء نے سوالنامہ پیش کیا تو ایک نظر دیکھنے کے بعد فرمایا کہ آپ حضرات بزرگ ہیں۔ پہلے ان سوالات میں فلاں فلاں خامی دُور کر لیں پھر جواب عرض کروں گا۔ علماء نے جب اپنے سوالنامے پر غور کیا تو جہاں انہیں بڑی سبکی سے دوچار ہونا پڑا وہاں آپ کی علمی برتری کو بھی تسلیم کرنا پڑا اور یہ کہہ کر معذرت خواہ ہوئے کہ جو کچھ ہم نے آپ کے بارے میں تصور کیا تھا آپ اس کے برعکس ہیں اور واقعی علمی میدان میں آپ کو تفوق و تقدم حاصل ہے۔ ہماری معذرت کو قبول فرمائیں۔

شیخ پرہاروی کو دو سو بہتر علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ﴿ترجمہ﴾ بلکہ میں اس ذات کی حمد کرتا ہوں جس نے ہمیں علوم اوّلین و آخرین الہام فرمائے اور معاصرین میں مجھے ممتاز و مختار فرمایا پس میں نے قرآن و اصول قرآن کے اسّی علوم سیکھے ہیں۔ حدیث و فقہ کے نوّے، علم و ادب میں بیس، حکمت طبعیہ میں چالیس، ریاضی میں تیس، الٰہیات میں دس اور حکمت عملیہ میں تین علوم سیکھے ہیں یعنی مجموعی طور پر دو سو بہتر علوم پر آپ حاوی تھے۔

علاوہ ازیں درج ذیل علوم پر بھی حضرت پر ہاروی علیہ الرحمۃ کو اکمل ترین عبور تھا:۔

(۱) علم اسطرنومیا (۲) علم عقائد (۳) علم المیراث (٤) علم الاقتصاد (٥) علم السیاسیات (٦) علم الالٰہیات
(۷) علم التذکیر التانیث (۸) علم طبقات الارض (۹) علم الآثار (۱۰) علم التفسیر (۱۱) علم حروف تہجی (۱۲) علم فلسفہ
(۱۳) علم الریاضی (١٤) علم الاخلاق (١٥) علم الہیئت جدیدہ (١٦) علم لغت (۱۷) علم رتینی (۱۸) علم التصوف
(۱۹) علم معانی (۲۰) علم التجوید (۲۱) علم الصرف (۲۲) علم النحو (۲۳) علم جدل (٢٤) علم الاصول الفقہ
(٢٥) علم الانساب (٢٦) علم الاصول الحدیث (۲۷) علم الاعداد (۲۸) علم التکسیر (۲۹) علم ارثماطیقی
(۳۰) علم مثلث کروی (۳۱) علم الزیجات (۳۲) علم الارضیات (۳۳) علم فلکیات (٣٤) علم العروض والقوافی
(٣٥) علم تاریخ (٣٦) علم سیر (۳۷) علم تعبیر (۳۸) علم السماء العالم (۳۹) علم سمع الکیان (٤٠) علم منطق (٤١) علم کلام
(٤٢) علم نجوم (٤٣) علم التثمین (٤٤) علم حساب (٤٥) علم جدل ثقلیہ (٤٦) علم التطبیع (٤٧) علم المجطی
(٤٨) علم الاکرد (٤٩) علم ہندسہ (٥٠) علم ہیئت (٥١) علم میقات (٥٢) علم رمل (٥٣) علم جعفر (٥٤) علم طب
(٥٥) علم زیچ (٥٦) علم الاوفاق (٥٧) علم فرسطون (٥٨) علم مرایا (٥٩) علم مناظرہ (٦٠) علم القرآن
(٦١) علم اصول القرآن (٦٢) علم رموز قرآن (٦٣) علم الحدیث (٦٤) علم فقہ (٦٥) علم اصول اجتہاد (٦٦) علم ادب
(٦٧) علم اصول حکمت (٦٨) علم الاحکام والفرائض (٦٩) علم فقہ الحدیث (٧٠) علم اثرات قرآن وغیرہم۔

مجدد کبیر شیخ پر ہاروی ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کے قلم میں فقہاء کی شدت تھی اور محققین کی طرح تحقیق کی جستجو تھی۔ ذہن مجتہدانہ تھا' سوچ مفکرانہ تھی۔ آپ کے علمی تفوق اور ادلہ قاہرہ کے شہ پارے' ہمیں آپ کی تصنیف انیق' نبراس اور کبریت احمر میں جابجا نظر آتے ہیں۔ جہاں حکمائے فلاسفہ و متکلمین بھی بونے نظر آتے ہیں۔

علامۃ الوریٰ شیخ پر ہاروی کا اشہب قلم نہایت ہی سبک رفتار تھا۔ آپ نے یوسف زلیخا جیسی ضخیم کتاب صرف دو جز کم ایک ہی دن میں لکھ ڈالی تھی۔ اسی طرح محقق زماں مولانا فضل حق ڈیرہ غازیخانی علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند رئیس المتکلمین مولانا محمد صدیق صاحب ڈہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت پر ہاروی صاحب ایک دفعہ علم نحو میں اپنی کتاب الاوسط تحریر فرما رہے تھے کہ کسی حاجت کے پیش نظر گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد واپس ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جہاں کتاب چھوڑی تھی چند اوراق اس سے آگے لکھے رکھے ہیں۔ آپ حیران تھے کہ یہ کس نے تحریر کیے ہیں؟ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ جتنی دیر آپ دوسرے اُمور میں منہمک رہے اور لکھائی میں حرج رہا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے میں نے اتنے ہی اوراق آگے لکھ دیئے ہیں کہ اس وقت میں جتنے آپ لکھ سکتے تھے۔

اسی 'الاوسط' کتاب کے بارے میں مولانا محمد صدیق صاحب فرماتے تھے کہ جو شخص مکمل طور پر اس کتاب کو پڑھ لے تو اُسے علم نحو کی کسی اور کتاب کو پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ (بروایت مولانا محمد ابراہیم فیضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ' ایم اے' بی ایڈ' ایل ایل بی' تلمیذ رشید مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ)

آج بھی یہ بات نہ صرف زبان زدِعلماء ہے بلکہ عملی طور پر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شیخ پرہاروی کی علم عقائد میں شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس اگر کسی کو یاد نہ رہتی ہو تو وہ جا کر حضرت کے مزار پرانوار پر مسلسل گیارہ روز تک رہے اور رات کو اس کتاب کا مطالعہ کرے تو نبراس نہ صرف اس کو ازبر ہو جاتی ہے بلکہ پھر اُسے کسی اُستاد سے سبقاً پڑھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

علامہ پرہاروی نے علم اسطرنومیا میں ایک کتاب تحریر فرمائی جس کا نام اسطرنومیا صغیر تھا۔ اس کتاب کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ﴿ترجمہ﴾ یعنی دہلی سے آنے والے ایک ثقہ عالم فاضل نے مجھے بتایا کہ انگریز علم اسطرنومیا سیکھنے میں بہت شغف رکھتے تھے۔ تلاش بسیار کے باوجود دنیا کے کسی کونے میں انہیں ایسا آدمی نہ مل سکا جو اس علم کو جانتا ہو مگر بحمد اللہ میں نے اس علم میں ایک جلیل القدر کتاب تالیف کی ہے کہ جس کو دیکھ کر ابرخوس حیران اور بطلیموس انگشت بدندان رہ جاتا۔

اسی طرح آپ نے علم ریاضی کو محیط کبریت احمر نامی ایک کتاب لکھی تھی اس کے متعلق اپنی دوسری کتاب کوثر النبی (جلد اوّل) کے صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں ﴿ترجمہ﴾ یعنی عہد آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی شخص نے علوم ریاضی کو جامع ومحیط ایسی کتاب نہیں لکھی جیسی کہ میں نے اکبریت احمر لکھی ہے۔

پرہاروی صاحب کے علمی تفوق سے متعلق ایک خط کا اقتباس تحریر کرتا ہوں جو کہ ۲۲ فروری ۸۲ء کو راقم کے نام دبیر الملک لائبریری کے ڈائرکٹر اور بہاولپور میونسپلٹی کے سابق چیئرمین الحاج سیٹھ محمد عبید الرحمٰن صاحب علیگ نے لکھا تھا، حضرت پرہاروی وادیٔ پنجند کے ایسے نامور فاضل بزرگ ہیں کہ ان کی جملہ تصانیف کو زیور طباعت سے آراستہ ہونا چاہیے تھا۔ شاید آپ کے علم میں ہو کہ ایک وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی حضرت کی کتب کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی تھی۔ غالباً آپ کی کوئی عربی فارسی کتب مطبوعہ یا مخطوطہ ان کی نظر سے گزری ہوں گی اور آزاد صاحب آپ کی جملہ تصانیف دیکھنے کے آرزومند ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں جو سب سے بڑا حادثہ ہو گزرا شاید آپ اس سے بے خبر ہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ تمام اثاثہ کتب خانہ سلطانی میں تھا اور مصدقہ تھا لیکن وہ تو قصہ ہی تمام سمجھے کیونکہ اس داستانِ غم کو بیان کرنے میں ہی ذہنی کوفت اور قلبی تکلیف ہوتی ہے علامہ پرہاروی نے نوّے علوم میں ایک سو تین کتب تصنیف وتالیف فرمائیں تھیں جن میں سے چند کتب درج ذیل ہیں:۔

(۱)	لوح محفوظ	تفسیر قرآن عربی میں
(۲)	الصمصام	اصول تفسیر
(۳)	کوثر النبی	اصول حدیث
(٤)	الزمرد الاخضر	طب میں
(۵)	مشک اذفر	طب میں
(٦)	یاقوت احمر	طب میں
(۷)	رسالہ عنبر	اصول طب میں
(۸)	الاکسیر	طب اور عملیات میں
(۹)	نسائخ مجربہ کبیر	طب اور عملیات میں
(۱۰)	نسائخ مجربہ صغیر	طبی نسخے
(۱۱)	انوار جمالیہ	ملفوظات وآداب حافظ جمال اللہ ملتان
(۱۲)	گلزار جمالیہ	حیات جمال اللہ ملتانی
(۱۳)	سر السماء	علم ہیئت میں
(١٤)	عقائد الحرام	
(۱۵)	عقائد الکلام	شرح عقائد کے بعد بعض مسائل پر بحث
(۱٦)	مرام الکلام فی عقائد الاسلام	مذہب
(۱۷)	کلام الامام	۴۵ منظومات عربی فارسی
(۱۸)	کنز العلوم	اقسام علوم کی تعریف
(۱۹)	تخمین التقویم	اخراج تاریخ
(۲۰)	تسہیل السعود	دنیا کے طول وعرض پر بحث
(۲۱)	اسطر نومیا صغیر	علم اسطر نومیا میں
(۲۲)	اسطر نومیا کبیر	علم اسطر نومیا میں
(۲۳)	الیواقیت فی معرفت المواقیت	علم توقیت
(۲٤)	شرح التجرید	موضوع نامعلوم
(۲۵)	کبریت احمر	مجموعہ علوم ریاضی
(۲٦)	الاوسط	علم نحو میں
(۲۷)	نبراس	شرح شرح العقائد نسفی

آہ! یہ محقق علی الاطلاق عین عالم شباب میں صرف تیس سال کی عمر میں عالم فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ اگر فرشتۂ اجل کچھ اور مہلت دیتا تو ارسطو، بوعلی سینا، ابوخوس، بطلیموس کو یہ بہت پیچھے چھوڑ جاتے۔ آپ کا انتقال ۱۲۳۹ھ میں ہوا اور وہیں کوٹ ادو کے قریب بستی پرہار میں مدفون ہوئے۔ اوراق کی تنگ دامنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ اللہ علی حسن الاعتقاد و حب النبی و حب العترۃ والصحابۃ

بالاقتصاد صلی اللہ علی سیدھم و علیھم و بلغ منا السلام الیہ و الیھم

بعدازاں اے رفیق! مجھ سے یہ رسالہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ قبول کراور جماعت ناجیہ، راضیہ عالیہ کی اتباع کر اور فرقۂ عالیہ، سرکش وغیرہ سے دُور رہ، نیز واہیات اور خالی خولی خطابات کو چھوڑ دے اور عبدالعزیز بن احمد بن حامد (علیہ الرحمۃ) کی کامیابی و کامرانی کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصانیف میں برکت فرمائے اور حاسدوں سے ان کو محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ مقدس و مددگار ہے۔ وہی اوّل وہی آخر ہے۔ کتاب چند فصول پر مشتمل ہے۔

﴿فصل﴾ چند فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان

اس سلسلے میں قرآن کریم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمارے لئے کافی ہے وہ لوگ کہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل جنگ لڑی اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا برابر نہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑے درجہ کے مالک ہیں کہ جنھوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہر ایک سے اچھائی کا ہے۔ (سورۃ الحدید: ۱۰)

ابن حزم کا قول ہے کہ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کیلئے جنت کی بشارت ہے۔ حضرت عمران بن حصین سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ (بخاری، ترمذی، حاکم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے زمانے کے لوگ بہتر ہیں۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی کہ جس نے مجھے دیکھا، یا جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ (ترمذی، ضیاء المقدسی)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کیلئے بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (عبد بن حمید، ابن عساکر)

حضرت عبداللہ ابن یسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کیلئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اس کیلئے خوشخبری اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ (طبرانی، حاکم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک' کہ کھانا بغیر نمک کے صحیح نہیں ہوتا۔ (شرح السنہ للبغوی، سنن ابویعلیٰ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا صحابی زمین کے جس خطے میں فوت ہوگا تو وہ قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کیلئے مینارہ نور اور قائد کی حیثیت سے اُٹھایا جائے گا۔ (ضیاء المقدسی)

انہی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ستارے آسمان کیلئے امن ہیں جب ستارے چھپ جاتے ہیں تو آسمان خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے صحابہ کیلئے جائے امن ہوں، جب میں دوسری دنیا میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ مصیبت میں گھر جائیں گے اور میرے صحابہ میری اُمت کیلئے باعثِ امن ہیں' جب میرے صحابہ بھی رُخصت ہوجائیں گے تو میری اُمت خوفناک پریشانی میں گھر جائیگی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور مسند امام احمد میں ہے کہ آسمان کی خوفناکی اس کا پھٹ جانا ہے۔ صحابہ کیلئے اختلاف وحزن ہوگا اور اُمت حکمرانوں کے مظالم ومصائب میں گرفتار ہوجائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ (نسائی، سند صحیح یا حسن)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے مابین باہمی اختلاف کے متعلق ربّ تعالیٰ سے سوال کیا تو بذریعہ وحی مجھے جواب دیا گیا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے۔ بعض بعض سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک کیلئے ہے۔ پس صحابہ کے باہمی اختلاف کے وقت جس نے بھی جس کسی کی اتباع کرلی تو وہ میرے نزدیک راہِ ہدایت پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے۔

اس کو زید نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے آخری جملے میں کلام ہے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ ضعیف محض ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں موضوع اور باطل ہے۔ ابن ربیع کہتے ہیں کہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مگر یہ ان کی سنن میں نہیں ہے۔

فصل

صحابہ پر طعن کی ممانعت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اس لئے کہ تم میں سے کوئی اگر اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کردے تب بھی ان کی ایک مٹھی بھر کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابوبکر برقانی نے اس کو شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اللہ میرے صحابہ! ان کو اپنی غرض کا ہدف نہ بناؤ، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی ہے۔ جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض رکھا، جس نے ان کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے دُکھ پہنچایا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ بہت ہی جلد اللہ کی پکڑ میں آئے گا۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اُمت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر حملے کرتے ہیں۔ (ابن عدی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے۔ (ترمذی، خطیب)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہوا مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کردے گا جو اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ وہ شخص قیامت تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ (ابن ابی دنیا فی القبور)

انہی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند کیا پھر ان میں سے کچھ کو میرے وزراء، مددگار و معاون اور رشتے دار بنایا۔ پس جو شخص ان کو گالیاں دے گا اس پر اللہ کی ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی خرچ اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ (طبرانی، حاکم)

فصل

مسلمانوں کا ذکرِ خیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کو گالیاں دینا فسق ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی سا شخص بھی جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے کو فاسق اور کافر کہتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں تو پھر پہلا یعنی خود ہی کافر و فاسق ہوگا۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً نقل ہے کہ طعنہ زنی کرنے والا، لعنت کرنے والا، بدکلامی کرنے والا اور بدزبان مومن ہی نہیں ہے۔ (ترمذی، بیہقی، احمد، بخاری فی التاریخ، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ کسی شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے مگر اس کیلئے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو یہاں کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں یعنی زمین و آسمان میں اس کا داخلہ ممنوع ہوجاتا ہے۔ جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو اس شخص کی جانب رُجوع کرتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا یعنی لعنت کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

﴿فصل﴾ مُردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو تم گالیاں نہ دو اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ (بخاری)

﴿فصل﴾ باہمی چپقلش کے ذکر کی ممانعت

بہت سے محققین نے ذِکر کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی باہمی مخالفتوں اور چپقلشوں کو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابہ سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی مؤید ایک اور حدیث مرفوع میں ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کی شکایت میرے صحابہ سے متعلق مجھے نہ کرے کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں تم میں سے کسی کی طرف جاؤں تو اس کی طرف سے میرا سینہ پاک ہو۔ (ابوداؤد عن ابن مسعود)

امام ابواللیث فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی لڑائیوں سے متعلق حضرت ابراہیم نخعی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے تو کیا اب ہم اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں۔ الخ

اہلسنّت نے تو محض مضطربانہ ان واقعات وحوادثات کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت نے اس سلسلے میں بہت سے جھوٹ اور افسانے گھڑ لئے تھے اور بعض متکلمین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صحابہ کی باہمی خانہ جنگی کی تمام روایات محض جھوٹ ہیں۔ اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے مگر بعض مناقشات تواتر سے ثابت ہیں۔ اہلسنّت و جماعت کا اجماع ہے کہ جو مشاجرات ثابت ہیں ان کی تاویل کر کے عوام الناس کو وساوس سے بچایا جائے اور جو تاویل کے قابل نہیں ہیں وہ مردود ہیں اسلئے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت، حسنِ سیرت اور حق کی اتباع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور اسی پر اہل حق مجتمع ہیں، پھر روایات احاد کس طرح اس کی معارض ہو سکتی ہیں اور روایات بھی متعصبین کاذبین رافضیوں کی؟

﴿فصل﴾

باهمی رنجش کا مختصر قصہ

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اہل مصر جب مدینہ شریف آئے تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا' کیا آپ عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاکم بنا دیں گے؟ تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس پر آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبداللہ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو انکو قتل کر دینا۔ راستے میں مصریوں کی قاصد سے ملاقات ہو جاتی ہے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط لے لیا۔ کھول کر دیکھا تو وہ خط حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا اور اس پر آپ کی مہر بھی تھی۔ طرہ یہ کہ خط لے جانے والا آپ کا غلام تھا اور آپ ہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ وہ مصری وہیں سے واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کو منع کر دیا کہ ان سے لڑا نہ جائے۔ آپ کا مقصود مسلمانوں کو خونِ ناحق سے بچانا اور تمنائے شہادت تھی جس کی بشارت آپ کو زبانِ رسالت سے مل چکی تھی۔ چنانچہ مصریوں نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سلسلے میں کچھ وقت کے طلبگار تھے تا کہ فتنہ بھی کھڑا نہ ہو اور ان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔ بس یہیں سے بات بڑھ گئی اور اختلاف پیدا ہو گیا اور جو کچھ من جانب اللہ تقدیر میں وہ تو لامحالہ ہو کر رہتا۔ پس حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بصرہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر شہید ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سواری کی کونچیں بھی کاٹ دی گئیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جنگ جمل معروف ہوا۔ غرض کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ عزت و اکرام واپس مدینے شریف بھجوا دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفین کے مقام پر دریائے فرات کے کنارے اسی مسئلے پر جنگ ہوئی اور یہ جنگ جاری رہی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا جو کہ صلح کی مانند تھا۔ اس سلسلے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

فصل

مجتہد کی خطا پر عدم مواخذہ

حدیث مرفوع صحیح السند سے ثابت ہے کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ دُرست ہے تو اس کیلئے دوہرا اَجر ہے اور اگر اجتہادی فیصلہ مبنی بر خطا ہے تو اس کیلئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداوٗد، نسائی اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے پھر بخاری، احمد، نسائی، ابوداوٗد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے بھی روایت کیا ہے نیز اسی روایت کو بخاری نے ابوسلمہ سے بھی نقل کی ہے۔

اجتہاد مصیب پر دو اجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے۔ چاروں صحابہ علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو بہر صورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد پر اور اس کے مقلدین پر کوئی ملامت نہیں۔ پس اس جنگ میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقین کے لوگ جنتی ہیں۔ والحمدللہ ربّ العالمین

حضرت ابن سعد حضرت ابی میسرہ عمرو بن شرجیل سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں بہترین گنبد بنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ گنبد کلاع اور حوشب کے ہیں اور یہ دونوں حضرت امیر معاویہ کی کمان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ عمار یاسر اور ان کے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کے بعض نے تو بعض کو قتل کیا تھا۔ کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اس کو وسیع المغفرت پایا۔ میں نے کہا کہ اہل نہر یعنی خوارج کیساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ کہا کہ وہ سختی میں ہیں۔

﴿فصل﴾

فضائل عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کو دیگر کھانوں پر فضیلت ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتے' ہم نے ان کو عالم بالحدیث پایا ہے۔ (ترمذی نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے)

حضرت ام ہانی ہمشیرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! عنقریب تیرے زیور علم اور قرآن ہوں گے۔ (مسند امام اعظم ابوحنیفہ)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ بات میرے لئے موت کو آسان کر دیتی ہے کہ میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موت کو مجھ پر آسان کر دیا گیا ہے اس لئے کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو جنت میں دیکھا ہے۔ (مسند امام اعظم ابوحنیفہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھے خواب میں تین راتوں تک دِکھائی گئی۔ فرشتہ تجھے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا تھا۔ پھر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ پس میں نے تیرے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی تو ہی تھی۔ میں نے کہا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے تو اِن شاءَ اللہ عند اللہ ویسا ہی ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن تحائف کے آنے پر لوگ حیران رہتے تھے۔ تحائف کی ترسیل کا مقصد حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں کہ ازواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت اُم سلمہ و دیگر ازواجِ نبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گروہ نے ان سے کہا کہ اس سلسلے میں آپ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ اپنے صحابہ کو فرمائیں اگر تم مجھے ہدایا بھیجنا چاہتے ہو تو میں جہاں بھی ہوں وہیں بھیجا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو' اس لئے کہ میرے پاس وحی عائشہ کے لحاف کے بغیر کسی اور لحاف میں نہیں آتی۔ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے آپ کو ایذا دی۔ پھر گروہ اُم سلمہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور انہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ بیٹی! کیا تُو وہ پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ عرض کیا ابا جان! آپ کی پسند ہی میری پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میری پسند یہی بات ہے۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

تنبیہ ...... شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ان کی اپنی روایت سودمند نہیں تو یہ ان کا گمان فاسد ہے اس لئے کہ پہلی حدیث عظیم منقبت ہے اور تمام روایت کی موثق، مصحح اور مصدق ہے۔

فصل — مناقب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ وہ طلحہ بن عبداللہ جن کی کنیت ابا محمد القرشی ہے قدیم الاسلام اورسوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں آپ شریک رہے۔ بدر میں اس لئے شریک نہ ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعید بن زید کے ساتھ قریش کے قافلے کی کھوج لگانے کیلئے بھیج دیا تھا۔ جنگِ اُحد میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوبیں زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں پچہتر (۷۵) زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیروں، بھالوں اور نیزوں کے مجموعی زخم پچہتر تھے۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ اسّی سے زیادہ زخم آئے تھے۔ بیں جمادی الآخر ۳۶ھ بروز جمعرات شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ امام نووی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لڑائی کو ترک کر کے دشمنوں میں گھس گئے تھے کہ انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوقتِ وفات حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راضی تھے۔

صحیح مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہاڑ حرا پر تھے اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عوف و ابن ماجہ، امام احمد، ضیاء المقدسی اور دار قطنی نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبدالرحمٰن جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں اور ابن جراح جنت میں ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن صحیح روایت نقل کی ہے کہ جنگِ اُحد کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پر دو زرہیں تھیں۔ آپ نے پہاڑی چٹان پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چٹان پر چڑھ گئے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی سنا کہ طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ شخص ہر ایسے شخص کو چلتا پھرتا دیکھے جس نے راہِ جہاد میں قربان ہونے کی اپنی نذر پوری کر لی ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھے۔

ترمذی اور امام حاکم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر چہل قدمی کرتے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ زمین پر چلتے پھرتے شہید ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی۔ امام ترمذی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حسن غریب روایت نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جاہل، ناواقف اعرابی بدو سے کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو کہ جن لوگوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے ان سے مراد کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بدو سے اس لئے دریافت کرایا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و توقیر اور ہیبت کی وجہ سے یہ بات پوچھنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتے تھے۔ غرضیکہ اس اعرابی نے پوچھا مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا تو پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی۔ اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ اتنے میں (طلحہ) مسجد کے دروازے سے ظاہر ہوا۔ میں سبز لباس میں ملبوس تھا پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جو عمن قضیٰ نحبہ کے متعلق پوچھتا تھا اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہ میں ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص (طلحہ) ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ سنا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

امام بخاری قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مشلول ہاتھ دیکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے جنگِ اُحد کے دن شَل ہو گیا تھا۔

امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ احد میں باقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس رہ گئے تھے۔ آپ ان کی ہمراہی میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے گھیر لیا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آواز دی کہ ہے کوئی یہاں جوان کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا، طلحہ تم ٹھہرو۔ پھر ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں اور وہ ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ ادھر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اُدھر وہ انصاری شہید ہو گئے تو کفار نے پھر پیچھا کیا اور حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ٹھہرو۔ اتنے میں ایک اور انصاری نے کہا حضور میں حاضر ہوں' وہ لڑنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوپر چڑھنے لگے۔ مشرکین اس انصاری کو شہید کرنے کے بعد پھر پیچھے پہنچ گئے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر دفعہ یہی ارشاد فرماتے اور حضرت طلحہ ہر دفعہ اپنے آپ کو پیش کرتے۔ حضور علیہ السلام فرماتے تم ٹھہرو۔ پھر کوئی انصاری لڑنے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس کو اجازت دے دیتے اور وہ بھی پہلے والے کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے۔ یہاں تک کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے طلحہ کے باقی کوئی نہ رہا یعنی سب شہید ہو گئے۔ مشرکین نے حضور علیہ السلام اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیرے میں لے لیا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے مقابلے کیلئے کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں ہوں تو پھر انہوں نے ایسی جنگ کی کہ جس طرح ان سے پہلے گیارہ انصاریوں نے کی تھی۔ اسی اثناء ان کی اُنگلیاں کٹ گئیں تو کہا 'حس'۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلحہ اگر تُو اس موقع پر بسم اللہ کہتا یا اللہ کے نام کو یاد کرتا تو اللہ کے فرشتے تجھے اُٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے آسمان کی فضاء میں دیکھتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوپر اپنے صحابہ کرام کے مجمع کے پاس پہنچ گئے۔

شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگِ جمل میں شہیدوں میں دیکھا تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی شریف تر ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا کہ اے طلحہ! میں اُمید کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شمار ہوگا جن کے متعلق ربّ العزت نے فرمایا: اور ہم ان کے دِلوں میں موجود کدورتوں کو نکال دیں گے اور وہ بھائی بن کر ایک دوسرے کے سامنے خوش وخرم بیٹھے ہوں گے۔

فصل

محمد بن طلحه کے مناقب میں

کثرتِ سجود کے باعث آپ کا لقب 'سجاد' مشہور تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کے عہد میں تولد ہوئے۔ آپ کا نام 'محمد' تھا اور کنیت 'ابوسلیمان' تھی۔

الاستیعاب میں ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں شہادت پائی تھی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جنگ کیلئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی اثناء میں ان کی زرہ ان کے پاؤں میں پھنس گئی اور اسی پر کھڑے ہوگئے۔ جب کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو وہ اُسے کہتے کہ میں تجھے حٰمٓ کی قسم دیتا ہوں آخر کار اسود غلسی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر یہ شعر پڑھے:۔

واشعث قوام بایات ربه — قلیل الاذی فیما یری العین مسلم

خرقت له بالرمح حبیب قمیصه — فخر صریعا للیدین وللفم

علی غیر شئ انه لیس تابعا — علیا ولم یتبع الحق یندم

یذکرنی حٰمٓ والرمح شاجر — فهلا تلا حٰمٓ قبل التقدم

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو شہیدوں میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بڑا خوبرو جوان تھا۔ پھر غمزدہ ہوکر بیٹھ گئے۔ دار قطنی کی روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شہید کے پاس گزرے تو فرمایا کہ یہ سجاد ہے جو اپنے باپ کی اطاعت میں شہید ہوا۔

فصل حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں

ان کے اکثر مناقب تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں گزر چکے ہیں۔

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ زبیر بن عوام قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ سولہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قدیم الاسلام تھے۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے آپ کو دھوئیں کی تکلیف دی گئی مگر وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور تمام غزوات میں شامل رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہِ جہاد میں تلوار کو نیام سے باہر نکالا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگِ اُحد میں بھی ثابت قدم رہے۔ بصرہ میں صفوان کے مقام پر ان کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ پہلے وادیٔ سباغ میں انہیں دفن کیا گیا۔ بعدازاں وہاں سے نکال کر بصرہ میں دفن کئے گئے اور وہیں پر آپ کی قبر مشہور ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ سے لوٹ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تلوار کو دیکھا اور فرمایا کہ اس تلوار نے چہرۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مدافعت کی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ زبیر کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دینا۔ اس کے جواب میں جرموز نے کہا کہ ہم تمہارے خلاف لڑیں تب بھی جہنمی اور اگر آپ کی حمایت میں لڑیں تب بھی جہنمی؟ پھر اسی غصہ میں جرموز نے خودکشی کر لی۔

بخاری اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری 'زبیر' ہے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جو مجھے جنگ احزاب کے موقع پر قوم کی (کفار قریش) خبر لا کر دے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا حضور میں لاؤں گا۔

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے جنگ خندق میں فرمایا کہ کفار کی خبر کون لیکر دے گا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا تو زبیر بھی پھر کھڑے ہو گئے۔

شیخین اور ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بنی قریظہ کے ہاں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں (زبیر) چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو حضور علیہ السلام نے میرے والدین کو جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحابِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ کافروں پر حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کی ہمراہی میں ان پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ نے حملہ کیا تو آپ کی پشت پر تلوار کی دو ضربیں لگیں اور ان دونوں کے درمیان وہ ضرب تھی جو آپ کو جنگ بدر میں لگی تھی۔ پس میں ان ضربات کے گڑھوں میں انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا۔

فائدہ...... شیخ نور الحق نور اللہ مرقدہٗ صحیح بخاری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ یرموک ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی مشرکوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار قید ہوئے۔

فصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں

آگاہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعداد سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کے موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث رطب اللسان ہیں وہ گنتی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ اسلئے کہ صحبتِ رسول کے فضائل عظیمہ کے ترتیب میں قرآن وحدیث ناطق ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں یا کم آئی ہوں تو یہ ان کی فضیلت وعظمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے اسی لئے ہم یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں کے دِلوں میں آپ کے شرف ومقام کا اضافہ ہو۔

اوّلا...... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ اے اللہ! معاویہ کو حساب وکتاب کی تعلیم سے سرفراز فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے۔ حافظ ثقہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ مرویات مقبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ میری مسند کی طرف رُجوع کریں۔ اگر تم اس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض نے تو مسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو مسند احمد کی بعض روایات کو وضعی کہا ہے وہ اس کی اپنی خطا ہے کیونکہ تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن اربعہ سے احسن ہے۔

ثانیاً...... حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اے اللہ! ان کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو ان کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب 'سنن ترمذی' جلیل القدر کتاب ہے حتیٰ کہ شیخ الاسلام ہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین 'بخاری ومسلم' سے زیادہ نفع مند ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ صحیحین میں نہیں ہے۔ نیز حاکم اور خطیب نے ترمذی کی جملہ مرویات کو مطلقاً صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کلام فرما رہے ہیں۔

ثالثاً ...... ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ کہنا چاہیں گے کیونکہ وہ تو صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں۔ (بخاری)

شراح کہتے ہیں کہ فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔

بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کی موجودگی میں عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی تو غلام نے جا کر اپنے مالک ابن عباس سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوڑو اس لئے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ (انتہیٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شمار فضلاء صحابہ میں تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیش نظر آپ کو بحر العلوم، حبر امت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے علم وحکمت اور تفسیر قرآن بالتاویل کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنانِ علی کے شدید نکیر تھے۔ حضرت نے آپ کو خوارج حروریہ کے پاس مناظرے کیلئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو لاجواب کر دیا۔ جب حضرت ابن عباس جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کی گواہی دیں اور اپنے غلام کو ان پر نکیر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دیں کہ وہ صحابیِ رسول ہیں تو اسی سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تو فق وعلو کا پتا چل جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حبر امت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم وفضل کیلئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے۔

رابعاً ...... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اپنی کتاب خلاصۃ السیر میں امام مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، اُبی ابن کعب، ثابت بن قیس بن سماس، خالد بن سعید بن عاص، حنظلہ بن ربیع، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شرجیل بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کتابت وحی کیلئے خاص کیا گیا تھا یعنی دوسروں کی بہ نسبت یہ کل وقتی کاتب تھے۔ (انتہیٰ)

نیز یہ جو کہا گیا ہے کہ کتابت وحی ان کیلئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہاڑ ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔

خامساً ...... شیخ علی ہروی، (ملا علی قاری) شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام عبداللہ ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم رکابی میں جنگ کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا تھا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجہ افضل ہے۔ اس منقبت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی فضیلت تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبداللہ بن مبارک اور عمر بن عبدالعزیز کی فضیلت معلوم ہو جائے گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو امام الہدیٰ اور پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء ان کے قول کو عظیم اور حجت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حدیثِ رسول جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے۔

سادساً ...... بخاری اور مسلم حضرت معاویہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ثقہ، ضابط اور صدوق راویوں کی ہی روایت کرتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو ضعفاء کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف روایت بھی حاصل کرتا ہے۔

سابعاً ...... صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق حجت ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اخیار میں ہے امام یافعی فرماتے ہیں کہ آپ نہایت بردبار، سخی، سیاست دان، صاحبِ عقل اور سیادت کاملہ کے حقدار، صاحب الرائے تھے گویا کہ حکومت کرنے کیلئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کرام ان کے نام کے بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں۔ بلا تفریق جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اثیر جزری کے نہایہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں۔ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہتر تھے لیکن سیادت کے معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آگے تھے۔ حضرت ابن عمر کے قول کی توجیح اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ از حد سخی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی اندازِ حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے۔

قاضی عیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور فرمانے لگے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابیٔ رسول مقبول ہیں۔ وہ آپ کے برادر نسبتی ہیں، کاتب ہیں اور سب سے بڑھ کر وحی الٰہی کے امین ہیں۔

ثامناً...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثیر احادیث کا روایت کرنا۔ امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ام حبیبہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز اپنے تقدم کے باوجود حضرت ابو ذر نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید، حضرت جریر رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے ان سے روایت کی ہے پھر تابعین میں سے حضرت جبیر، ابوادریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ابوصالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ کے علاوہ کثیر خلق نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ (انتہیٰ)

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کر رہے ہیں جن سے نہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرف واضح ہو جائے گا بلکہ علماء کے دلوں میں آپ کی محبت بھی فزوں تر ہوگی۔

امام احمد، ابوداؤد اور حاکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے اپنے دین میں بہتر (۷۲) فرقے پیدا کئے اور یہ ملت اسلامیہ تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں ایک فرقے کے بجز بقیہ سب جہنمی ہیں اور جو جنتی ہے وہ جماعت ہے پھر میری اُمت میں سے ایک قوم نمودار ہوگی جس میں خواہشات اس طرح پھیل جائیں گی جس طرح کتے کا زہر کسی شخص میں سرایت کر جاتا ہے کوئی رگ و ریشہ اور جوڑ ایسا نہیں رہتا کہ جس میں زہر نہ پہنچے۔

بیہقی، ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب تم عورتوں کی اتباع کرو گے تو بگڑ جاؤ گے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے مگر جو شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مومن کو عمداً قتل کرے، اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔

ابویعلیٰ اور طبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ آئمہ ہوں گے وہ جو کہیں گے ان کی بات رد نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم میں ایسے گھسیں گے جیسے کہ بندر گھسیں گے۔

ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص شراب پیئے پس اس کو کوڑے مارو حتیٰ کہ وہ چوتھی مرتبہ پیئے تو پھر اس کو قتل کر دو۔

ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جو شراب پئیں تو انہیں کوڑے مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر پئیں تو پھر مارو، پھر بھی پئیں تو انہیں قتل کر دو۔ قتل کرنے کا حکم یا تو تہدید ہے یا منسوخ ہے۔

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی حدیث معاویہ کی مثل روایت کی ہے۔

بخاری نے حضرت ابوامامہ بن سہل سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا درانحالیکہ وہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا، اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ حضرت معاویہ نے بھی کہا، اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ' حضرت معاویہ اور میں نے بھی کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ مؤذن نے کہا اشہد ان محمد الرسول اللہ' تو حضرت معاویہ نے بھی کہا اشہد ان محمد الرسول اللہ۔ پس جب اذان پوری ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگو! میں نے مؤذن کی اذان کے وقت اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہی سنا۔ آپ بھی یہی کلمات فرماتے جو کہ تم نے مجھ سے سنے ہیں۔

امام احمد علقمہ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تھا۔ آپ وہی دہراتے تھے جو مؤذن کہتا تھا مگر جب مؤذن نے حی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جب مؤذن نے کہا حی علی الفلاح تو آپ نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بعدازاں وہی کہا جو کہ مؤذن نے کہا۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

بخاری، مسلم، موطا امام مالک، ابوداود، ترمذی ونسائی نے حضرت حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منبر پر سال حج میں حضرت امیر معاویہ سے سنا جبکہ بالوں کا ایک گچھا آپ کے پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایسے بالوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے بنی اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے تھے جس وقت وہ ایسے بالوں کو پکڑتے (قبول) تھے۔

شیخین اور نسائی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف آئے اور ہمیں مخاطب کرکے بالوں کا ایک چونڈا نکالا اور فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ بھی کوئی اس کو بناتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب ایسے بالوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے ان کا نام جھوٹ رکھا تھا۔

امام نسائی حضرت سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں عورتوں کے بالوں کا ایک گچھا تھا۔ فرمایا کہ مسلمانوں عورتوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایسے بال استعمال کرتی ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ وہ عورتیں جو اپنے سر میں ایسے بالوں کا اضافہ کرتی ہیں جبکہ یہ محض جھوٹ ہے جس کو وہ پھیلا رہی ہیں۔

طبرانی نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمر کی زبان اور دل میں متحقق کر دیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغالطہ میں ڈالنے والی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے سامنے وضو فرمایا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ جب سر کے مسح تک پہنچے تو پانی کا چلو بھر کر اُلٹے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو وسطِ سر تک لے گئے یہاں تک کہ پانی کے قطرے گرنے لگے یا گرنے کے قریب تھے پھر پیشانی سے گدی تک اور گدی سے پیشانی تک مسح کیا۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ رکوع اور سجدے میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو رکوع اور سجدے میں جتنی دیر میں تم سے پہلے چلا جاتا ہوں تو رکعت کیلئے اُٹھتے وقت اتنا حصہ تم پا لیتے ہو بیشک میرا جسم کچھ بھاری ہو گیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص برے عمل کرتا تھا اور ناحق ظلم کرتے ہوئے ستانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پس وہ شخص نکلا اور دیرانیا میں ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص کہ جس نے ستانوے افراد کو ناحق ظلماً قتل کیا ہو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ راہب نے کہا کہ نہیں تو اس نے اُس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس گیا اور اس کو بھی اسی طرح کہا۔ دوسرے راہب نے بھی وہی کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس شخص نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر تیسرے راہب کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی وہی کچھ دریافت کیا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔ لہٰذا اس نے اس تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

پھر وہ ایک اور چوتھے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ایک شخص نے برائی کا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور اس نے ظلماً ناحق سو قتل بھی کیے ہیں' کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے اس سے کہا قسم بخدا اگر میں تجھ سے یہ کہوں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں فرماتا تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہاں دیر' علاقہ' میں عبادت گزار قوم ہے' تم وہاں جاؤ اور ان کیساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو پس وہ وہاں تائب ہو کر نکلا۔ ابھی اس نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ اللہ نے فرشتہ بھیج کر اس کی روح کو قبض کر لیا پھر اس کے پاس عذاب اور رحمت کے فرشتے آگئے اور اس کے معاملے میں جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک اور فرشتے کو بھیجا جس نے ان دونوں فرشتوں سے کہا کہ دونوں گاؤں کے درمیانی فاصلے کو ناپ لو جو قریب ہوگا اس کا شمار اسی گاؤں والوں میں ہوگا چنانچہ ناپا گیا تو وہ عبادت گزاروں اور توبہ تلا کرنے والوں کے گاؤں کے چند اُنگلی برابر قریب نکلا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ہم نے بطریق ابوداؤد، عبداللہ بن علاء سے اور انہوں نے مغیرہ بن قرہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن مسجد میں باب حوض پر لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں فلاں دن چاند دیکھا اور تم پر روزہ رکھنے میں سبقت لے گیا ہوں۔ پس جو شخص اچھا سمجھتا ہے تو وہ ایسا کرے۔ حضرت مالک بن ہیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، اے معاویہ کیا ایسی کوئی چیز تُو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ یا یہ تمہاری اپنی رائے ہے؟ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے پہلے حصہ کے۔

بخاری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے اور بے شک میں تو بانٹنے والا ہوں جبکہ عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اُمت ہمیشہ دین پر قائم رہے گی مخالفین اس کو کوئی ضرر نہ پہنچاسکیں گے یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں تو خازن ہوں جس کو بطیب خاطر دوں گا پس اس میں برکت ہوگی اور جس کو اس کے مانگنے اور طلب کرنے پر دوں گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی کہ جو کھائے مگر پیٹ نہ بھرے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرتے ہوئے لپٹ نہ جایا کرو۔ قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کرے اور میں اس کے سوال کے بار بار اصرار پر اس کو کچھ دے دوں تو میرے اس عطیہ میں اس کیلئے برکت نہیں ہوگی۔

ابوداؤد اور **نسائی** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چیتے کی سواری سے اور سونے کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ معمولی ٹکڑا ہو۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے جو کہ انہی کتب میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے پر سواری نہ کرو۔

نسائی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع تھے۔ پس کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام ایک ٹکڑا بھر سونے کے پہننے سے بھی منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللھم نعم۔

ابوداؤد نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس چیز سے اور چیتے کی کھال پر سوار سے منع فرمایا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے درمیان قران سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا یہ تو ہم نہیں جانتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ بھی انہی میں شمار ہے مگر تم نے بھلا دیا۔

امام مسلم طلحہ بن یحییٰ کی روایت ان کے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کیلئے بلایا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے روز مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی (اونچی) ہوں گی۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں لوگوں کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ حلقہ باندھ کر کیسے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا اللہ! کیا صرف اسی لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ بخدا اس کے علاوہ بیٹھنے کا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے میں نے حلف اس لئے نہیں لیا کہ تم پر کوئی تہمت لگا رہا ہوں بلکہ جن حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مجھ جیسا قرب حاصل تھا ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس نے مجھ سے کم روایت نقل کی ہوں۔ بے شک حضور علیہ السلام صحابہ کی جماعت کے ایک حلقہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں بیٹھے اللہ کر ذکر کر رہے ہیں اور ہم اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور یہ اس کا احسانِ عظیم ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ! تم صرف اسی مقصد سے بیٹھے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ تم پر کوئی تہمت ہے لیکن حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے روبرو تم پر فخر فرماتا ہے۔

محدث قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے وحی کو تحریر فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ دوات ڈال دو، قلم کا قط ٹیڑھا کرو، حرف با کو سیدھا لکھو، سین کے دہانوں کے درمیان فرق رکھو، میم کے سرے کو ملا کر نہ لکھو، لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو، رحمٰن کو کھینچ کر لکھو اور رحیم کو حسین لکھو۔

تاسعاً ...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباعِ سنت میں حریص تھے۔امام بغوی شرح السنہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ ایک دن نکلے تو عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ ابن زبیر بیٹھے تھے۔ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہوگئے جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کیلئے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنائے۔اس حدیث کو ترمذی،ابوداؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں عمرو بن مرہ سے مروی ہے۔انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے امور مسلمین میں سے کسی شئے کا حاکم بنایا ہو اور اس نے ان کی حاجت و ضرورت اور فقر و خلت کے آگے پردہ حائل کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت و خلت اور فقر کے آگے پردے حائل کر دیتا ہے۔یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کیلئے ایک آدمی کا تقرر کر دیا۔

بخاری میں مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وارد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے مغیرہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجو کہ جس کو تم نے خود حضور علیہ السلام سے سنا ہو تو حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو نماز سے فراغت کے بعد تین بار یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی قدیر۔پھر فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیل و قال، کثرت سوال، تضیع مال،لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنے، ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ مجھے اختصار سے کوئی وصیت تحریر فرمائیں۔بی بی صدیقہ نے ان کو لکھا۔السلام علیک امابعد! میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں پر تنگی کر کے اللہ کی رضا کا طلبگار ہوگا تو لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی معاونت کافی ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طلبگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کا وکیل ہوگا۔ والسلام

ترمذی اور ابوداؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے علاقہ کی جانب محوِ سفر تھے اس لئے کہ جیسے ہی معاہدہ کی معیاد ختم ہو رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔پس ایک شخص جو گھوڑے یا خچر پر سوار تھا آیا اور وہ کہتا تھا' اللہ اکبر، اللہ اکبر ایفائے عہد لازمی ہے جنگ نہ کرو۔لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ تھے۔حضرت معاویہ نے اس سے دریافت کیا اس معاملے میں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو جب تک مدتِ معاہدہ ختم نہ ہو اس وقت تک عہد نہ توڑے یا پھر ان کے معاہدے کو مسترد کر دے تا کہ عدم معاہدہ سے فریقین برابر آگاہ ہوں۔یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہمراہی لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے شفا شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کیلئے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پلنگ سے اُٹھے اور ان سے بغلگیر ہو کر ملے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ (جو کہ نہر مرد کے پاس تھا) کی زمین ان کو عطا فرما دی۔ یہ عطاء و اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت عابس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت حضور اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت شریفہ کے مشابہ تھی۔

عاشراً...... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حدیث کی اتباع کا حکم فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں آتے اور یہاں کے فقہا سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنتِ رسول کے مخالف ہوتی تو اہل مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے حضور علیہ السلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو؟ البتہ تحقیق ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ہم نے ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس نماز سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنے سے۔

امام المحدثین امام مسلم حضرت عمرو بن عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے ان کو سائب کے پاس اس لئے بھیجا کہ میں ان سے (سائب) سے ایسی بات معلوم کروں جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز میں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ مقصورہ میں مَیں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ نمازِ جمعہ پڑھی تھی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ جب گھر لوٹے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ بات نہ کر لو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو خوف الٰہی سے ڈراتے تھے۔

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرت احادیث بیان کرنے سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں اہل کتاب کے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہد فاروقی کی مرویات کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت حدیث کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ لوگ ان کی ہیبت و سطوت سے خوفزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر شہادت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہو گئیں اور سنن مشہور ہو گئیں۔

بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے تھے ان کو کسی نے یہ روایت پہنچائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ عنقریب علاقہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ غضب ناک ہوگئے۔ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا امابعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ تو وہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم ایسی باتوں سے بچو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں گی۔ میں نے حضور علیہ والسلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا، یہ امر قریش میں رہے گا۔ تم میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ دشمنی نہیں کریگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیشانی پر نشان نہ لگادے یا وہ دین کو قائم نہ کریں۔

حادی عشر ...... کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کی مثلاً حضرت عمرو بن عاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاویہ بن خدیج وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

اثنا عشر ...... حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کا گورنر بنایا۔ حالانکہ آپ تو حکام وامراء کی صلاح وفساد میں بہت احتیاط فرماتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول نہ کیا بلکہ انہیں ان کی گورنری پر بحال رکھا۔

ثلثة عشر ...... فقہاء کرام حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کو معتمد علیہ سمجھتے تھے اور دیگر صحابہ کرام کے مذہب کی طرح آپ کا مذہب بھی ذکر کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ معاذ ابن جبل، معاویہ اور سعید بن مسیّب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے اور حضرت معاویہ سے ان کا یہ قول کرنا کہ معراج ایک رویائے صالحہ ہے جیسا کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور ان کا یہ قول کہ رکنین یمانیین کا استلام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق صحیح ثابت ہے۔

رابعة عشر ...... حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کردینا باوجود اس کے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ ایسے چالیس ہزار اشخاص تھے جنہوں نے موت پر ان سے بیعت کر رکھی تھی اگر آپ خلافت کے اہل نہ ہوتے تو سبط طیب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت ان کے حوالے کیوں کرتے؟ بلکہ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح جنگ لڑتے۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

حامسة عشر...... حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ اہل بیت نبوت کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ یہ سب باتیں مخالفت ومخاصمت کے باوجود ان کے ایثار حق پر دلالت کرتی ہیں مگر مخاصمت ومخالفت تو بتقدیر الٰہی پیش آ چکی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور ہونٹ چوستے تھے اور اللہ تعالیٰ اُن لبوں اور زبان کو کبھی عذاب نہ دے گا جن کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوما ہو۔ ملا علی قاری ہروی شرح مشکوٰۃ میں عبداللہ ابن بریدہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف لائے تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا کہ ایسا عطیہ نہ آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔ پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمالیا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سوال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھو اس لئے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ سائل نے کہا کہ امیر المؤمنین ! مجھے علی کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ بری بات ہے تُو ایسے آدمی کو ناپسند کررہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بناء پر معزز سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ اے علی! تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یونہی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔ مثلاً حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہو اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا نہ کرے اور اراکین دیوان سے اس کا نام خارج کردیا۔ مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دریافت کرتے تھے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو آپ فرماتے کہ یہاں (حضرت) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) موجود ہیں۔

امام مستغفری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جارہا تھا تو فرمایا کہ قسم بخدا! مجھے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ اس کے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رونما ہوا اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا اور ان کا ایک نام آسمان میں ہے جس کو آسمان والے جانتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پھلوں کی کثرت ہوگی باطل مٹ جائے گا اور حق زندہ ہوگا۔ وہ صالح لوگوں کا زمانہ ہوگا۔ ان کے سر بلند ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔ (مراد اس سے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)۔

حاکم اور ابن بخاری نے بروایت ہشام بن محمد ان کے والد سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سالانہ ایک لاکھ عطیہ ملتا تھا تو ایک سال وہ وظیفہ کسی طرح رُک گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید تنگدستی کا شکار ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلم دوات منگوائی تا کہ معاویہ کو خط لکھوں اور اسے اپنی یاد دہانی کراؤں پھر میں خاموش ہو گیا۔ پس میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ حسن تم کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا، ابا جان بہتر ہوں اور وظیفہ میں تاخیر کی شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ تو دوات منگوا کر اپنی جیسی مخلوق کو خط لکھ رہا تھا تا کہ اس کو یاد دہانی کرائے۔ میں نے عرض کیا' ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تو پھر میں کس طرح کروں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہو، اے اللہ! میرے قلب میں اپنی اُمید ڈال دے اور اپنے سے علاوہ کی تمام امیدیں مٹا دے حتیٰ کہ میں تیرے سوا کسی سے اُمید نہ رکھوں۔ اے اللہ! میری قوت میں اضافہ فرما جو کہ کم عقلی کی وجہ سے کمزور ہو گئی ہے تا کہ اس کی طرف میری رغبت نہ جائے اور نہ میرا سوال اس کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہو سکتی ہے اور جو تو نے اوّلین و آخرین کو یقین کی دولت مرحمت فرمائی ہے۔ اے ربّ العالمین! مجھے بھی اس کیلئے خاص کر لے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قسم بخدا میں نے مکمل ایک ہفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ مجھے پندرہ لاکھ کا وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرسل مل گیا۔ پس میں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو اپنے مذکورین کو کبھی فراموش نہیں فرماتا اور نہ اس کی دعا کو ردّ فرماتا ہے۔ پھر میں نے دوبارہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے حسن! اب کیسے ہو؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر ہوں اور اپنی ساری بات بیان کی۔ تو فرمایا، اے میرے لختِ جگر بیٹے! اسی طرح جو اپنی اُمید کو خالق سے وابستہ رکھے اور مخلوق سے اُمید نہ رکھے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا معاملہ کرتا ہے۔

محمد بن محمود آملی اپنی تصنیف نفائس الفنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ حضرت علی خدا کی قسم شیر کی طرح تھے۔ جب آواز لگاتے تھے اور جب ظاہر ہوتے تھے تو چاند کی طرح۔ جب عطا و کرم پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آل ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے خیر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایانِ شان شعر سنائے' میں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار انعام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی مجھ سے افضل ہیں۔

پھر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے ؎

هو البناء العظيم و فلك نوح　　　　و باب الله و انقطع الخطاب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے۔

صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار بن حجرہ سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ قسم بخدا! حضرت علی کی غایت نہایت بعید تھی۔ بہت قوی تھے۔ وہ فیصلہ کرنے کے اہل تھے۔ عدل پر مبنی حکم دیتے تھے۔ ان کے چاروں اطراف علم کے فوّارے پھوٹتے تھے۔ حکمت ان کی زبان پر بولتی تھی۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت زدہ رہتے تھے۔ رات سے انہیں موانست تھی اور اس کی وحشت وتنہائی سے بھی محبت رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ لمبی سوچ رکھتے تھے۔ مختصر لباس رکھتے اور کھانا بھی معمولی کھاتے۔ ہمارے درمیان سادگی سے رہتے۔ ہمارے سوال کا جواب دیتے اور ہمارے بلانے پر چلے آتے۔ قسم بخدا! اتنی قربت کے باوجود ہم پر ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے کلام بھی نہ کرسکتے تھے۔ وہ دینی بھائیوں کی تعظیم کرتے۔ مساکین کو قرب بخشتے۔ کوئی شہ زور اپنے ناحق کیلئے ان کی حمایت کی توقع نہیں کرتا تھا اور ضعیف ان کے عدل سے نا اُمید نہیں تھے۔ بعض مواقع پر میں نے ان کو دیکھا کہ جب رات چھا جاتی' ستارے ڈوب چکے ہوتے تو آپ اپنی داڑھی شریف کو پکڑے تڑپ تڑپ کر رو رہے تھے اور مخزونین کی طرح آہ و بکا کر رہے تھے اور فرماتے' اے جا اپنے شوق کا دھوکہ کسی اور کو دے۔ ہیہات ہیہات جا میں نے تجھے تین طلاق دے دیں۔ کبھی بھی تیری طرف رجوع نہیں کروں گا کیونکہ اے دنیا تیری عمر قلیل ہے مگر تیرے خطرات کثیر ہیں۔ آہ! آہ! توشہ کم ہے' مسافت دور ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ اوصاف سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگ گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حسن کے باپ پر رحمت بے پایاں فرمائے۔ وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

السادس عشر...... ایک آدمی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس کے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجو کی تو آپ نے اس کو بھی کوڑے لگوائے۔

السابعة عشر...... ابن عساکر بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان چپقلش ہوگی۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی......

﴿ ولو شاء اللہ ما اقتتلو ولکن اللّٰہ یفعل ما یرید ﴾

الثامنة عشر ...... حضور علیہ السلام کا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ شاید ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے مابین صلح کرادے۔

التاسعة عشر ...... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو یزید کہا جائے گا۔ اس کو رُویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء سے روایت کیا ہے۔

ابو علی (صحیح غالباً ابویعلیٰ ہے) نے بسند ضعیف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اُمت انصاف پر قائم رہے گی۔ حتیٰ کہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا وہ بنوامیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو یزید کہا جائے گا۔ پس یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنتِ رسول کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سن ۷۰ ہجری کے شروع سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور نوجوان چھوکروں کی حکومت ہے۔ (رواہ احمد)

۷۰ سے تاریخ ہجری مراد ہے یا پھر حضور علیہ السلام کی پردہ پوشی کے ستر سال بعد مراد ہے اور نوجوان کی امارت سے مراد یزید کی امارت ہے اور اولادِ حکم اموی کی حکومت مراد ہے اور لوگوں میں یہ بات پھیلی ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یزید کو دیکھا تھا جبکہ حضرت معاویہ اس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جنتی نے ایک جہنمی کو اُٹھا رکھا ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یزید تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔

المكملة عشرين ...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا قصہ صاحبِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷۸ سال کی عمر میں ماہِ رجب میں بمقام دِمشق فوت ہوئے۔ آخری عمر میں آپ کو لقوہ ہوگیا تھا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں قریش کے ایک فرد کی طرح ذی طویٰ میں رہتا اور سلطنت وحکومت کو نظر بھر دیکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک تہبند، ایک چادر (اوڑھنے والی) ایک قمیص اور کچھ بال شریف اور ناخن تھے۔ آپ کی وصیت کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی قمیص میں کفنانا اور اسی چادر شریف میں لپٹانا اور تہبند میری کمر پر لپیٹ دینا۔ پھر میرے ناک کے نتھنوں، پیشانی اور باچھوں میں یہ بال اور ناخن شریف رکھ دینا۔ بعد ازاں مجھے اللہ ارحم الراحمین کے حضور میں پیش کر دینا۔

الحادى عشرون ...... اما الائمہ امام مالک علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کوئی شخص اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثلاً ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ معاویہؓ یا عمرو بن عاص رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی گالی دے یا ایسا ویسا کہے تو وہ کھلی گمراہی پر ہے یا کفر پر ہے۔ اُسے قتل کیا جائے گا اور اگر گالی کے علاوہ کوئی اور بدگوئی کرتا ہے (اعتراض کرتا ہے) تو اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ (صواعق محرقہ)

﴿فصل﴾

صلح کے ذکر میں جو کہ معجزہ ہے

حضرت ابوبکر ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلوہ افروز دیکھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک دفعہ اپنے صحابہ کو دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسن کو دیکھتے اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اُمید ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

انہی حضرت ابوبکر ثقفی سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن بچپنے میں آتے اور حضور علیہ السلام کی گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے آہستہ آہستہ سر اُٹھاتے حتیٰ کہ امام حسن کو نیچے اُتار دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ پھول ہیں' لا ریب میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ یہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے اور تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جامع الاصول میں روایت ہے' آپ فرماتے ہیں۔ قسم بخدا! حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک پہاڑ جیسا لشکر لے کر حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے پر آ گئے تو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں ایسے دو مد مقابل لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو ایک دوسرے کو قتل کئے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' قسم بخدا! وہ دونوں سے بہتر ہیں۔ اے عمرو تو دیکھ کہ اگر وہ ان کو قتل کر ڈالیں تو پھر امور مسلمین کی نگہبانی کیلئے کون رہ جائے گا؟ عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کیلئے کون رہ جائے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے قریش کے دو آدمی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں گئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب کو اس مال میں سے بہت کچھ وصول ہو چکا ہے اور یہ امت ایک دوسرے کا خون بہانے پر تل گئی ہے پس آپ نے صلح کر لی۔

ملا علی قاری ہروی شرح مشکوٰۃ شریف میں ذخائر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب شہید ہوئے تھے تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی تھی اور اس سے پہلے وہ لوگ آپ کے والد کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کر چکے تھے اور یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ پس حضرت حسن عراق، ماوَالنہر، علاقہ خراسان میں سات ماہ تک خلیفہ رہے۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کی طرف اور انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف پیش قدمی کی اور سواد کے سطح میدان میں دونوں لشکر جب آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ جب تک ایک لشکر دوسرے لشکر کا صفایا نہ کر دے کسی کو غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کو کہا کہ وہ خلافت ان کے سپرد کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اہل مدینہ، اہل حجاز و عراق کے کسی آدمی سے بھی کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے خصوصاً ان امور کے سلسلے میں جو میرے والد گرامی کے زمانے میں ہو چکے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً لکھا کہ یہ تو قیاس میں بھی نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ منظور ہے مگر قیس بن سعد کی نہیں اس لئے کہ مجھے وہ جہاں بھی ملا تو میں اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ لوں گا۔ حضرت حسن نے دوبارہ لکھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کی ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کے پاس ایک سفید کاغذ روانہ کیا اور کہا کہ اپنی مرضی کے مطابق شرائط لکھو میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ ان دونوں میں صلح ہوگئی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شرط لکھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد امر خلافت ان کے سپرد ہوگا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول کر لیا۔

عارف محقق حضرت محمد بن محمد الحافظی البخاری المعروف خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ جو کہ محبت اہل بیت میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اپنی کتاب فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی کا ارشاد ہے کہ جب امر خلافت حضرت حسن نے حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تو اس سال کا نام سنۃ الجماعت رکھا گیا۔ ایک شیعہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یا مذل المومنین! اے مومنین کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا میں تو معز المومنین یعنی مومنین کو عزت دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم حضرت معاویہ کی امارت کو مکروہ نہ جانو اس لئے کہ میرے بعد امر خلافت انہی کی راہ ہوگی۔ اگر تم نے اس کو گنوا دیا تو تم سروں کو ان کے ٹھکانوں سے بیروں کی طرح گرتے دیکھو گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، معاویہ اگر امر خلافت کے تم والی بنو تو ہمیشہ اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے یہ گمان رہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس آزمائش سے لازماً گزروں گا یہاں تک کہ میں اس آزمائش میں مبتلا ہوا۔ (رواہ احمد و بیہقی)

نکتہ...... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے مطابق مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں پر جب تم نظر و فکر کرو گے تو تم ہر دو بڑی جماعتوں کو معظم و مکرم پاؤ گے اور عظمت و کرامت ہی ان پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن اور ان کے جوابات

جان لے کہ ہم حضرت معاویہ و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ معصوم ہونا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ متحقق ہے اور انہی کے خواص میں سے ہے جیسا کہ مرام الکلام فی علم الکلام میں اس کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء کرام سے جو باتیں سہواً یا طبیعت بشریہ سے صادر ہوئی ہیں ان کو نسیان کہا جاتا ہے لیکن ان کا نام ترک افضل رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر ایسی کوئی بات کسی ایک صحابیِٔ رسول سے صادر ہو جائے جو ان کی شایانِ شان نہیں تو یہ بعید از امکان نہیں اور پھر حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات و جنگیں ہوئیں نیز ایسی باتوں کا صدور ہوا کہ جن میں غور و فکر کرنے والوں کو حیرانگی ہوتی ہے مگر ہمارے مذہب اہلسنّت و جماعت میں حد درجہ اس میں تاویل کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں تاویل ممکن ہی نہ ہو تو وہاں ایسی روایت کو ردّ کرنا واجب ہے۔ نیز سکوت و طعن سے گریز بھی واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر ان حضرات صحابہ سے مغفرت و اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے کہ ان حضرات کو آگ مس نہیں کرے گی اور جو ان کے باہمی تناقضات پر تنقید کرے گا اس کیلئے سخت ترین وعید ہے۔ پس جملہ اصحابِ رسول سے حسن ظن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہی سلف صالحین محدثین کا اور اصولین حدیث کا مذہب ہے اور اسی پر ثبات قدمی کیلئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اکثر لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور شاید اس میں حکمت ہے کہ ان سے کوئی بات ہوگئی ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آخر دنیا تک ان کیلئے اعمالِ صالحہ کا کوئی سلسلہ جاری رہے قریب ہے کہ جس چیز کو تم مکروہ جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

پہلا طعن...... بعض محدثین نے جن میں مجدالدین شیرازی نے اپنی کتاب سفر السعادہ میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اسی طرح بخاری نے ابن ملیکہ کی حدیث پر 'لقولہ ذکر معاویہ' کا باب باندھا ہے۔ دیگر صحابہ کی طرح فضائل ومناقب کا باب نہیں باندھا۔

جواب...... اس سلسلے میں پہلے دو حدیثیں گزر چکی ہیں۔ ان میں سے ایک مسند امام احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی ہے۔ اگر عدم صحت سے عدم ثبوت مراد ہے تو یہ مردود قول ہے جیسا کہ محدثین کے مابین ہو گزرا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور بہت سے احکام وفضائل احادیث حسان سے ہی ثابت ہیں کیونکہ احادیث صحاح بہت کم ہیں۔ پھر جو حدیثیں سنن اور مسند میں ہیں وہ درجہ حسن سے کم نہیں ہیں۔ نیز فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کا جواز فن حدیث میں متعین ہو چکا ہے۔ روایت حسن کی فضیلت تو اپنی جگہ میں نے تو بعض کتب معتبرہ میں صاحب میزان امام مجدالدین ابن اثیر کا یہ قول دیکھا ہے کہ مسند احمد میں فضیلت معاویہ کی حدیث صحیح ہے مگر اس وقت وہ کتاب یاد نہیں آ رہی ہے اور پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شرح سفر السعادہ میں انصاف نہیں کیا گویا کہ انہوں نے کلام مصنف کا اقرار کر لیا ہے اور دوسرے تعصبات پر تعقب کی طرح اس پر بھی تعقب نہیں کیا۔

بخاری کے اس فعل کا جواب یہ ہے کہ ان کا تفنن فی الکلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبداللہ بن سلام، جبیر بن مطعم بن عبداللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر معنون سے ہی ذکر کیا ہے۔

دوسرا طعن...... امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں لڑکوں کیساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیار و محبت سے مجھے کندھے پر مُکا رسید فرمایا۔ پھر فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب...... یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قاتله الله ما اكرمه ويل امه وابيه ما اجوده اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، بر سرِ تسلیم، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمت و قدرت بنا دے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ اب وہ شخص کہ جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت کی ہو یا ملامت کی ہو یا بد دعا دی ہو جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کیلئے پاکیزگی، رحمت اور اجر ہوں گی اور پھر اس باب میں مذکورۃ الصدر حدیث لائے ہیں۔ اور اسی میں حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے عائشہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے ربّ سے کیا شرط رکھی ہے۔ سُن۔ میں نے کہا کہ اے اللہ! میں بشر ہی ہوں پس جس مسلمان کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو تو اس کو اُس شخص کیلئے باعثِ طہارت بنا دے۔

اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے اللہ! میں تیری ذات سے عہد لینا چاہتا ہوں اور تو اس کے کبھی برعکس نہ کرنا۔ میں لباس بشری میں ہوں۔ اگر کسی مسلمان کو اذیت دی یا کسی کو میں نے گالی دی ہو، لعنت کی ہو یا مارا ہو تو اس کو اس شخص کیلئے رحمت و باعث طہارت بنا دینا اور روزِ حشر اس کو اپنی قربت کا سبب بنا دینا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اے اللہ! میں (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لباس بشری میں ہوں مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے جیسا کہ دوسرے بشر کو غصہ آ جاتا ہے۔

اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے ربّ سے شرط رکھی ہے۔ میں نے اللہ سے درخواست کی ہے کہ میں لباس بشری میں ہوں۔ راضی بھی رہتا ہوں جیسے دوسرے بشر راضی ہوتے ہیں۔ غصہ بھی ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر غصہ ہوتے ہیں۔ پس اگر میں اپنی اُمت کے کسی فرد کیلئے بد دعا کروں جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو تو اس کو اس شخص کیلئے پاکیزگی اور روزِ حشر اپنے تقرب کا باعث بنانا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایسا فرمایا اور انہیں زمین کی سرداری عطا کی اور یہ انتہائی کرم گستری ہے۔

تیسرا طعن...... ترمذی شریف میں یوسف بن سعید سے مروی ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسن سے کہا کہ آپ نے مومنین کا منہ کالا کر دیا ہے، یا یہ کہا کہ آپ مومنین کا منہ کالا کرنے والے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا کہ تو مجھے برا نہ کہہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر فروکش دیکھا تو آپ نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ پس سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ اے محمد یعنی ایک جنت میں ایک نہر ہے اور سورۃ لیلۃ القدر نازل ہوئی خیر من الف شھر تک اے محمد بنو امیہ آپ کے بعد ایک ہزار ماہ تک حکمرانی کریں گے۔ قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنو امیہ کی حکمرانی کی مدت تخمینہ لگایا تو واقعی پورے ایک ہزار ماہ ہوئے، نہ کم نہ زیادہ۔ (انتہی)

امام ابن الاثیر اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ یہ تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ امام حسن کی امیر معاویہ سے بیعت حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے تیس سال بعد ہوئی اور ان کی حکمرانی ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ ٹوٹل ۹۲ سال ہوئے۔ اس میں سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی مدت آٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو باقی ایک ہزار ماہ رہ جاتا ہے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے پردہ فرمایا اس حال میں کہ آپ تین قبائل کو اچھا نہ سمجھتے تھے: (۱) بنو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنو امیہ۔ (ترمذی)

جواب...... یہاں مطلقاً بنو امیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے کیونکہ بنو امیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں شامل ہیں اور دونوں باجماع اہل سنت امام الہدیٰ ہیں اور حضور علیہ السلام کی ناگواری کا باعث یزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور اولاد مروان بن حکم ہے یعنی یہ سنتِ رسول کے مخالف تھے اور اصحابِ رسول و آلِ رسول کو انہوں نے ایذاء دی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کا بنو امیہ کی طرف منتقل ہونا نوشتہ تقدیر ہے اور اہل بیت نبوت کیلئے اللہ کے ہاں سے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

چوتھا طعن...... مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت سعد کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے ابوتراب (حضرت علی) کو سب وشتم کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے؟ سعد نے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان کے حق میں تین باتیں یاد ہیں، میں ان کو ہرگز برا نہیں کہوں گا پس ان باتوں کا ذکر کیا:

(۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہما السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) خیبر کے دن میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول مقبول سے محبت کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو۔ (۳) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے الٰہی! یہ ہیں میرے اہل بیت۔ (انتہیٰ ملخصاً) اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی برائی کا کہنا کھلی غلطی ہے۔

جواب...... شرح مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے یا پھر سب وشتم سے مراد ان کی اجتہاد میں خطا اور ہمارے اجتہاد کی صحت ہے یا یہ کہ انہوں نے قوم کے کچھ لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے سنا تو چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کرا کے لوگوں کو اس سے باز رکھیں اصل بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ کو ان کی کنیت ابوتراب سے ذکر کرنا یہ کوئی تشنیع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کی پسندیدہ کنیت تھی۔

پانچواں طعن...... حضرت معاویہ کے دور میں بدعات کا ظہور ہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا بدعت ہے اور اس پر سب سے پہلے فیصلہ حضرت معاویہ نے کیا۔ نیز سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے خصی (ہیجڑے) لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔

جواب...... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے مطابق حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ خطاء وصواب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر انہوں نے یزید کو اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی جس کو اس نے پورا نہ کیا اگر حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما زندہ ہوتے تو حسب وعدہ امر خلافت انہیں کے سپرد ہوتا۔

چھٹا طعن...... حضرت معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو زہر دلوایا۔

جواب...... یہ بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی ایسی خرافات ہیں جو معتمد علیہ نہیں ہیں۔

ساتواں طعن...... تفتازانی کی شرح تلخیص میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ بیمار تھے تو حضرت امام حسن عیادت کیلئے تشریف لائے بیٹھے تو معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے:۔

وتجلدی للشامتین اریھم	انی لریب الدھر لا اتضعضع
واذالمنیة انشبت اظفارھا	الضیت کل تمیمة لا تنفع

جواب...... یہ روایت غیر صحیح ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن ہی ہوں۔

آٹھواں طعن...... کہ وہ حضرت حسن کے وصال پر خوش ہوئے۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ اسی روز حضرت ابن عباس حضرت سیّدنا معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا ہے ابن عباس نے کہا مجھے علم نہیں مگر آپ کو میں خوش دیکھتا ہوں۔

جواب...... مؤرخین حاطب اللیل ہیں اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو ممکن ہے ان کی خوشی کسی امر دیگر کی وجہ سے ہو۔

نواں طعن...... حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم)

جواب...... اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر چڑھائی کی وہ امام حق پر چڑھائی کرنے والے ہیں مگر یہ بغاوت اجتہادی تھی جو کہ ان پر معاف ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خونِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ کرنے والا تھا۔

دسواں طعن...... جنگ صفین میں حضرت علی کا قول عبارت محذوف ہے قاضی میبدی حضرت علی کے دیوان کی شرح میں یہ گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت معاویہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جو سورۃ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

جواب...... یہ دیوان حضرت علی سے بسند شیعہ منسوب ہے جو کہ وضع وتحریف میں ضرب المثل ہے۔ بر تقدیر تسلیم ہم یہ نہیں مانتے کہ شارح نے جو ذکر کیا ہے وہی مراد صاحب دیوان کی ہے اس پر کیا حجت ہے کہ دوسرے پر قاضی شارح جیسے لوگ برائی کریں اور پھر خلیفہ بطور تعزیر کسی شخص کو سب وشتم کرسکتا ہے جبکہ دوسروں کیلئے یہ جائز نہیں، بالجملہ۔ جب ان اکابر کے مابین طعن بالسنان (تلوار) وقوع پذیر ہوا ہے تو زبانی طعن تو بہت ہی کم ہے مگر یہ بھی دوسروں کیلئے جائز نہیں۔ اگر دو بھائی آپس میں سب وشتم کریں تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ کسی ایک کو گالی دے۔ اس سے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔ ان میں سے زمخشری اپنی کشاف میں حضرت عبدالرحمٰن بن حسن بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

الابلغ معاویة بن حرب ...... امیر الظالمین بنا کلامی

معاویہ بن حرب کو میری یہ بات پہنچادو کہ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کا امیر ہے۔

پہلی بات یہ کہ کیا یہ شعر ثابت بھی ہے یا کہ موضوع ہے اور زمخشری نے تو اپنی تفسیر میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے بطلان پر کسی کو شک بھی نہیں اور اعتزال ورفض تو ایک ہی وادی سے ہیں۔

ان میں سے ایک امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن بن عبدرب کعبہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کلام طویل ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ کے سایے میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعا بیان کی کہ جو امام پر حملہ کرے تو اسے قتل کردو۔ عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچازاد معاویہ ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں اس سے بچو۔ دراصل مسائل کا مقصود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرف سے ہوتی تھی۔

گیارہواں طعن ...... کئی ایک لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابو عبدالرحمٰن احمد نسائی سے اہل شام نے سوال کیا کہ ہمیں فضیلت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی حدیث سنائیں۔انہوں نے کہا، لا اشبع اللہ بطنی اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے کے علاوہ مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں۔ایک دوسری روایت میں ہے، کیا معاویہ اس پر راضی نہیں کہ تساوی چھوٹ جائیں، وہ فضیلت ڈھونگ ہیں پس اہل شام نے ان کو مارا کہ وہ بیمار ہوگئے اور فوت ہوگئے۔

جواب ...... اہل شام کے سوال کا مقصود تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان کریں پس وہ سوائے ادب کے باعث ناراض ہوگئے۔ یہاں تک تو احسن تھا مگر جب وہ صحابی پر طعن میں حد سے بڑھ گئے تو انہوں نے مارا بہرحال بشر سے خطا ہو جاتی ہے۔ممکن ہے کہ نسائی کی اس سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اس قبیل کے کلمات تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے موجب پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں مگر اہلِ شام اس کے مفہوم نہ سمجھے یا پھر انہوں نے سوچا کہ اس محدث نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ترجیح کیوں نہ دی۔پس اپنی جہالت کے باعث انہوں نے اس محدث کو مارا۔

بارہواں طعن ...... اکثر صحیح اور حسن روایت میں ایسے لوگوں کیلئے وعید شدید مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھیں یا ان سے جنگ لڑیں۔

جواب ...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو ایسے حضرات نے بھی جنگ کی ہے جن کا جنتی ہونا قطعی ہے مثلاً حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔پس احادیث وعید کو یہ غیر صحابہ پر محمول کرنا واجب ہے حروریہ کی مثل، یا ان احادیث کو متعصب اور غیر مجتہد کیلئے مخصوص کر دیا جائے۔

تیرواں طعن ...... تیس سال کی حدیث جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت صرف تیس سال ہوگی پھر ملوکیت ہوگی پھر وہ فرماتے ہیں، خلافت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو سال، خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس سال، خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ سال اور خلافت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ سال پورے تیس سال ہوتے ہیں۔ یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی کی ہے۔ ابویعلی اور ابن حبان کی روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی بعد ازاں ملوکیت ہوگی اور بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی۔

جواب ...... بعد از تیس سال مطلق خلافت کی نفی نہیں ہے کیونکہ بارہ خلفاء تو حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔ مذکورہ تیس سالہ خلافت سے مراد خلافت کاملہ ہے جس میں نہ تو مخالفت سنت کا شائبہ ہو اور وہ بغیر کسی خلاء و انقطاع کے جاری رہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شک عالم و متقی اور عادل تھے مگر علم و ورع میں اور عدل میں خلفائے اربعہ کے ہم پلہ نہ تھے جیسا کہ اولیاء کرام میں بلکہ انبیاء و ملائکہ میں بھی مراتب کا تفاوت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت باجماع صحابہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تسلیم و رضا کے باعث اگرچہ صحیح تھی مگر وہ سابقہ حضرات کی منہاج پر نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے صباحات کو وسعت دی جبکہ خلفاء اربعہ نے اس سے احتراز کیا۔ پھر ابرار کی حسنات بھی تو مقربین کی سیئات میں گنی جاتی ہیں اور شاید ان کی توسیع ابنائے زمانہ کے قصور ہمت کی وجہ سے تھی۔ اگرچہ خود ان میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ تو پہلے جان چکا ہے البتہ خلفاء اربعہ کا عبادات و معاملات میں رجحان بالکل واضح و ظاہر ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

﴿فصل﴾ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں

ابوعبداللہ اور ابومحمد آپ کی کنیت ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وزیر تھے۔ ترمذی نے حضرت عقبہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک غریب اور غیر موی مسند سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے مگر عمرو بن عاص ایمان لائے ہیں یعنی قریش تو فتح مکہ کی ہیبت سے اسلام لائے تھے اور عمرو بن عاص فتح سے سال دو سال پہلے برضاء ورغبت ایمان لائے تھے۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس وقت حبشہ میں اسلام بیٹھ گیا تھا۔ جب شاہ نجاشی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اور بغیر کسی دعوت کے بحالتِ ایمان یہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ مدینہ پہنچے اور ایمان لائے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضوان اللہ علیہم ماہِ صفر ۸ھ میں ہجرت فرما کر مدینہ میں آئے تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ، غلام ابوقیس، قیس بن ابی حازم، ابوعثمان ہندی، قبیصہ بن زویب، ابوحرہ غلام عقیل، عبدالرحمٰن بن شماسہ عروۃ بن زبیر و دیگر حضرات رضوان اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرو بن عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر کیا تھا۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ کو جھنڈا بھی عطا کیا تھا حالانکہ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم و دوسرے حضرات بھی موجود تھے یہ آپ کی وحشت کو دُور کرنے کی غرض سے تھا اس لئے کہ یہ قبولِ اسلام سے قبل مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے تھے۔

تاریخ ذہبی میں ہے حضرت حماد بن سلمہ نے اپنی مسند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں یعنی عمرو اور ہشام۔ عبدالجبار بن الورد ابن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ عبداللہ کی ماں اور عبداللہ کے باپ بہترین اہل بیت ہیں۔

امام مسلم اپنی صحیح میں ابی شماسہ مہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بوقتِ نزع حضرت عمرو بن العاص کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ بہت روئے اور چہرہ دیوار کی طرف گھمالیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہتے تھے کہ ابا جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو آپ کو فلاں فلاں بشارت دی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی وحدانیت اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر میں نے تین دَور دیکھے ہیں۔ ایک وہ کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ دشمن دیکھا ہے اور اس کے علاوہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ کسی طرح میں حضور علیہ السلام پر قابو پا کر (نعوذ باللہ) انہیں قتل کروں۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو میں جہنمی ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈالا تو میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آ گیا اور عرض کیا کہ آپ سیدھا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا عمرو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کا ارادہ ہے۔ فرمایا کیسی شرط؟ میں نے عرض کی کہ میری بخشش ہو جائے۔ فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سابقہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور بے شک حج بھی ماقبل کی تمام معصیت کو دھو دیتا ہے۔ (الغرض) میں نے بیعت کر لی پھر کون تھا جو حضور علیہ السلام سے مجھ سے بڑھ کر محبت کرتا اور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و برتر نہیں تھا اور آپ کے جلال و رعب کے باعث میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کی وصف (حلیہ) دریافت کرے تو نہیں بتا سکوں گا۔ اس لئے میری آنکھوں نے نظر اُٹھا کر انہیں دیکھا ہی کب تھا۔ اگر میں اس حالت میں فوت ہو جاتا تو مجھے قوی اُمید ہے کہ میں سیدھا جنت میں جاتا۔ پھر میں نے ایسی چیزوں میں ہاتھ ڈالا کہ تو نہیں جانتا کہ اس میں میرا کیا حال تھا۔ پس جب میں اس حالت میں مروں تو نہ تو کوئی رونے والی میرے قریب آئے اور نہ آگ۔ پھر جب تم مجھے دفن کرو تو میرے اوپر مٹی ڈالنا اور اتنی دیر میں قبر کے اِرد گرد رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس کروں اور دیکھوں کہ میرے رب کے قاصد (منکر نکیر) مجھ سے کیا کیا پوچھتے ہیں۔

﴿فصل﴾

حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں

ابن عساکر نے بطریق ابن وہب سے انہوں نے حرملہ بن عمران سے انہوں نے ......اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کیلئے کوئی امر نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ کو قبول فرمایا۔ پس وہ اسلام لائے اور وہ اسلام میں اچھے رہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن کہا ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی طائف کی لڑائی میں ایک آنکھ ضائع ہوگئی اور وہ جنگ یرموک تک ایک آنکھ سے رہے مگر جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہوگئی تو وہ نابینا ہوگئے۔ یا ۳۶ھ اور بعض نے کہا کہ ۳۱ھ میں مدینہ شریف میں ان کا انتقال ہوا اور نمازِ جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عسى الله ان يجعل بينك و بين الذين عاديتم منهم مودة کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے شادی فرمائی تو ان کی سختی نرم ہوگئی اور خودی ختم ہوگئی۔

امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان نہ تو ابوسفیان کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے تین چیزیں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کون سی؟ عرض کیا کہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی حسین اور جمیل ترین بیٹی ہے۔ میں آپ سے اس کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر کہا کہ معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنالیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے پھر کہا کہ مجھے حکم دیں کہ میں کفار کو قتل کروں جیسا کہ میں مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

شرح مسلم میں اس حدیث کو مشکل کہا گیا ہے اسلئے کہ ابوسفیان ۸ھ میں اسلام لائے تھے اور حضور علیہ السلام کا نکاح اس سے قبل ۶ھ میں حضرت ام حبیبہ سے ہو چکا تھا اور یہ جمہور کے نزدیک دُرست ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ موضوع ہے مگر یہ سب اقوال مردود ہیں اس لئے کہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور ابن زمیل کا گمان ہے کہ اگر وہ حضور علیہ السلام سے یہ سب کچھ طلب نہ کرتے تو آپ اس کو کچھ بھی عطا نہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سائل کو اثبات میں ہی جواب دیتے تھے۔

﴿فصل﴾ حضرت ابو سفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ کا کچھ ذکر

مؤلف مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئی تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی سابقہ نکاح پر برقرار رکھا۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں اور عقلمند بھی۔ جب عورتوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناؤ گی۔ کہنے لگی کہ میں تو جاہلیت میں بھی شرک پر راضی نہیں تھی اور پھر اسلام میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چوری نہیں کرے گی تو کہنے لگیں کہ ابو سفیان ذرا ہاتھ کھینچ کر رکھنے والے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اپنی اور اپنے بیٹے کی حسب کفالت تو اس کے مال سے لے سکتی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ زنا کے قریب نہ بھٹکنا۔ تو کہنے لگیں، کیا کوئی آزاد شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا، قتل نہ کرنا اپنی اولاد کو۔ تو کہنے لگیں کہ کیا آپ نے ہمارا کوئی ایسا بچہ چھوڑا ہے جس کو بدر میں قتل نہ کیا ہو۔ بچپنے میں ان کو ہم نے پالا اور جب بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے۔ اُم معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہو گئیں اور اسی دن حضرت ابو قحافہ (والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے۔ ان سے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہند بنت عتبہ آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا خراب و خوار ہونا مجھے آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو (یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے) مگر اس وقت میری صبح ایسے ہوتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھر مجھے آپ کے گھر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ یہی حالت میرے ہاں ہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ابو سفیان جزرس آدمی ہیں کیا اس میں کوئی حرج ہے کہ میں اس کے مال میں سے اپنے عیال کے طعام کیلئے کچھ لے لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں معروف خرچ لے سکتی ہو۔ یہ حدیث بہت سے واسطوں و طریقوں سے مروی ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول (کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہی کیفیت اپنی بھی ہے) ہندہ کی تصدیق ہے اور بعد ازاں شدید محبت کی خبر بھی ہے جس نے اس کے برعکس سمجھا پس تحقیق وہ وہم میں مبتلا ہوا۔

﴿فصل﴾

مروان بن حکم اموی کے ذکر میں

مروان کے باپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے راز کو ظاہر کر دیا کرتے تھے تو اس لئے حضور علیہ السلام نے ان کو طائف روانہ کر دیا تھا اور مروان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

قسطلانی اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مروان سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئے اور آپ سے سماعت بھی کی ہے۔ وہ بچپن میں ہی اپنے باپ حاکم کے ہمراہ طائف چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔ اس وقت تک جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت سنبھالی اور ان کو مدینے بلوایا۔ (انتہیٰ ملخصاً)

میں کہتا ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک غلط ملط ہے اور کتاب تواریخ میں ان کے محاسن سے زیادہ مطاعن مذکورہ ہیں (خدا ہی جانتا ہے) ان پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بپا ہوا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دفن کرنے سے منع کیا تھا۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو تحنیک کیلئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ وزغ ابن وزغ ملعون ابن ملعون ہے حاکم نے اس کو اپنی صحیح مستدرک میں روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگ جمل میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اور اس کے محاسن میں حدیث کا روایت کرنا شامل ہے۔

صاحب مشکوۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار صحابہ سے روایت کی ہے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل ہیں اور ان سے عروہ ابن زبیر اور علی بن حسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہوں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے وہ معتمد علیہ اپنے قول میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اجل روایت ہیں۔ پس حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں مہتمم نہیں تھے اور صحابی رسول سہل بن سعد الساعدی نے ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے روایت کی ہے اور وہ جوان پر تنقید کی گئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا پھر طلب خلافت بالسیف میں ان کی شہرت ہے۔ حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا مگر طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل بالتاویل تھا۔ (انتہیٰ)

بخاری نے محمد بن بشار سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے حکم سے انہوں نے علی بن حسین سے انہوں نے مروان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عثمان وحضرت علی کے ہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان نے تمتع سے روکا اور فرمایا کہ حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا جائے۔ پس میں نے حضرت علی کو دیکھا کہ انہوں نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھ کر تلبیہ کہا اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ترک نہیں کرسکتا۔ بالجملہ مروان کے مطاعن میں سکوت اولیٰ ہے۔

بخاری کے بعض شراح نے کہا ہے کہ حاکم کی روایت حدیث ان کیلئے قربت پاکیزگی ورحمت کا موجب ہے۔ (واللہ اعلم)

مؤلف (شیخ عبدالعزیز پرہاروی) فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل انصاف کیلئے کافی ہے اور مبتدعین کی سرکشی کیلئے میں اللہ سے ہی ان کی شکایت کرسکتا ہوں۔ یہ نمازِ جمعہ کا وقت ہے۔ رمضان شریف کی تین تاریخ اور ۱۲۳۲ھ ہے اور میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا ہوں اور وہ میرے لئے صاحب جود وانعام ہے۔

مترجم اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل پر ممنون ہے کہ آج ۸ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات بوقت دس بجے صبح اس تالیف جلیل کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

و صلی اللہ علی محبوب رب العلمین و مطلوب المشتاقین

و علیٰ آلہ الطیبین و اصحابہ الطاهرین و سائر المسلمین اجمعین